سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۹۳

غمِ حسرت کی عظمت

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال، کراچی

بہ فیضِ صحبتِ ابرار؛ یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا ومولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: غمِ حسرت کی عظمت

نام واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دَامَ ظِلَالُهُمْ عَلَيْنَآ إِلٰى مِأَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً

تاریخِ وعظ: ۱۹/ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۸/ستمبر ۱۹۹۲ء

وقت: جمعۃ المبارک

مقام: مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: اللہ تعالیٰ کے راستے کے غم کی عظمت

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: جمادی الاوّل ۱۴۳۲ھ مطابق مئی ۲۰۱۱ء

تعداد: ۲۲۰۰

باہتمام: ابراھیم برادران سلمھم الرحمن

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فہرست

غمِ حسرت کی عظمت

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶۵)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ إِلٰى حُبِّكَ

(سنن ترمذی، کتابُ الدعوات، باب ماجآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

دینی مجلس میں کیا نیت ہونی چاہیے؟

یہ جو دینی اجتماع ہے اس میں شریک ہونے کے لیے کیا نیت ہونی چاہیے؟ اگر صرف وعظ سننے کی نیت ہے تو یہ نیت اچھی تو ہے لیکن زیادہ مفید نہیں ہے۔ یہاں تشریف لانے کے لیے گھر سے چلتے وقت یہ نیت کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ملاقات کرنے جارہے ہیں۔ یہ جتنا مجمع ہے اس کو آپ یہ سمجھئے کہ یہ سب ہم سے اچھے اور نیک ہیں، ہر شخص دوسروں کو یہی سمجھے اور میں یہ سمجھوں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جو تشریف لارہے ہیں ان کی صحبت مجھے نصیب ہوگی۔ تو دین کے اجتماع میں شریک ہوتے وقت یہ نیت کریں کہ جتنے

نیک بندے آئیں گے ہمیں ان کی صحبت ملے گی اور ان کے ساتھ ملاقاتیں ہوں گی۔

صحبت صالحین پر حدیث پاک سے استدلال

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جب کوئی اللہ کے لیے کسی سے ملنے جاتا ہے تو سَبۡعُوۡنَ أَلۡفَ مَلَكٍ ستّر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔ تو یہاں کوئی ڈرگ روڈ سے آیا ہے، کوئی ناظم آباد سے آیا ہے، کوئی ملیر سے آیا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین رکھئے کہ راستے بھر ستر ہزار فرشتے آپ کے ساتھ چلے اور انہوں نے آپ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ تو آپ بتلائیے آپ نفع میں ہیں یا نہیں؟ ستّر ہزار فرشتے آپ کے لیے دعائے مغفرت کریں تو یہ معمولی نعمت ہے؟ پھر جب اس اللہ والے سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ مصافحہ کرتا ہے تو پھر ستّر ہزار معصوم زبان بے گناہ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں:

((رَبَّنَآ إِنَّهٗ وَصَلَ فِيۡكَ فَصِلۡهُ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ و من اللہ، ص: ۴۲۷)

یا اللہ! اس نے آپ کی وجہ سے آپ کے اس پیارے بندے سے ملاقات کی، یہ آپ کی وجہ سے اس سے محبت رکھتا ہے، اس نے آپ کے لیے اس سے مصافحہ کیا لہٰذا آپ اس کو اپنے سے ملا لیجئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اللہ والوں سے اللہ کے لیے ملتا ہے یا اللہ والوں کے غلاموں سے ملتا ہے بہت جلد اللہ والا ہوجاتا ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ اختر اللہ والوں کا غلام کیوں کہتا ہے؟ میں اس لیے کہتا ہوں تاکہ ہم لوگوں کا بھی اس میں شمار ہوجائے ورنہ اللہ والا ہونے کا دعویٰ ہوجائے گا اور جو اللہ والا ہوتا ہے وہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ والا ہوں، اگر وہ کہتا ہے کہ میں اللہ والا ہوں تو پھر سمجھ لو کہ وہ اللہ والا نہیں ہے۔ مولانا شاہ

محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جب شیخ کے یہاں جاؤں تو تکیہ ملے، مسند ملے، واہ واہ ہو، کہا جائے کہ آگے تشریف لایئے، قالین پر بیٹھیے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عاشق نہیں ہے، عاشق تھے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے شیخ سید احمد شہید کی مجلس میں جہاں لوگ جوتے اتارتے تھے وہاں بیٹھتے تھے اور جب نیند آتی تھی تو اپنے شیخ سید احمد شہید کا جوتا اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو جاتے تھے، شیخ کے جوتے کا تکیہ بناتے تھے۔ جو اپنے کو اتنا مٹاتا ہے وہی اللہ والا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر روٹی رکھی اور روٹی کے اوپر آلو کی ترکاری رکھ دی، دسترخوان بھی نہیں بچھایا اور پلیٹ بھی نہیں دی۔ آپ بتایئے کسی بھک منگے کو ایسے دیا جاتا ہے، جو فقیر بھیک مانگنے والے ہوتے ہیں اکثر ان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے، جیسے کبھی ہم لوگ ریل کے ڈبے میں مسکینوں کو دے دیتے ہیں کہ بھائی ہاتھ پھیلا، جلدی سے روٹی لے اور جا۔ تو قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ آیا اس کو کچھ تکلیف ہو رہی ہے یا نہیں یعنی یہ اپنی توہین سمجھ رہا ہے یا مست ہو رہا ہے۔ حضرت گنگوہی پر وجد طاری ہو گیا کہ شکر ہے کہ آج میرے شیخ نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو عشق میں ہونا چاہیے۔

میں نے الٰہ آباد میں ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی، میں بیت المعارف مدرسے میں ٹھہرا ہوا تھا جو حضرت کے گھر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب میں حضرت سے ایک گھنٹہ مل کر واپس آیا اور اپنے کمرے میں پنکھا چلا کر لیٹنے کا اردہ کیا تو تھوڑی دیر میں خبر ملی کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رکشے سے خود تشریف لا رہے ہیں۔ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ ابھی ایک گھنٹہ آپ کے پاس بیٹھ کر آیا ہوں، اب ایسی کیا خاص بات ہوئی کہ اتنی گرمی میں آپ نے اتنی زحمت فرمائی؟ اتنے بڑے عالم و بزرگ ہوکر، میرے مرشد و شیخ ہوکر آپ نے اتنی تکلیف کی اور ہمیں اپنی زیارت سے نوازا۔ حضرت نے فرمایا ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا لاکھ اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

مٹی کے جسموں پر ایمان ضایع نہ کیجئے

اللہ جس کو اپنی محبت سمجھاتا ہے وہی یہ سب باتیں سمجھتا ہے ورنہ مٹی کے کھلونوں میں زندگی ضائع کرتا ہے۔ جیسے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چند بچے بیٹھے ہوئے تھے، ماں نے بجائے روٹی پکانے کے بچوں کا دل بہلانے کے لیے گوندھے ہوئے آٹے سے چڑیا بنادی، تھوڑے سے آٹے سے اونٹ بنادیا اور آٹے ہی سے شیر بنادیا ؎

از خمیرے اشتر و شیرے پزند
کودکاں از حرصِ آں کف می زنند

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ماں نے آٹے سے اونٹ اور شیر بنادیا اور بیوقوف و

نادان بچے اس کو لینے کے لیے ہاتھ مل رہے ہیں، ایک کہتا ہے کہ اماں ہم کو اونٹ دو، دوسرا کہتا ہے کہ نہیں اماں ہم کو اونٹ دو۔ اب لڑائی شروع ہوجاتی ہے۔ بتاؤ! ان بچوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ جو آٹے کے شیر، آٹے کی چڑیا، آٹے کے اونٹ کے لیے آپس میں لڑتے ہیں۔ ہم ان بچوں کو بیوقوف کہتے ہیں کہ اگر ان کو عقل ہوتی تو ہرگز نہ لڑتے کیونکہ جانتے کہ یہ سب آٹا ہی ہے۔ اسی طرح اگر ہمیں بھی عقل ہوتی تو سڑکوں پر چلنے والی اور سڑکوں پر چلنے والوں سے بدنظری نہیں کرتے کیونکہ یہ قبروں میں مٹی ہونے والے ہیں، مٹیوں پر کیوں لڑائی کرتے ہو؟ کیوں جھگڑتے ہو اور یہ بڑے بڑے قابل شاعر اُردو شاعری میں کیا کمال دِکھاتے ہیں کہ گویا فن کے امام ہیں مگر مٹی کے جسموں کے ڈسٹمپروں پر لڑتے ہیں، ہم لوگوں کا یہ جسم مٹی کا ہے یا نہیں؟ بتاؤ بھائیو! ہم سب قبروں میں مٹی ہونے والے ہیں یا نہیں؟ اور جن لڑکیوں یا لڑکوں پر ہم ایمان خراب کرتے ہیں وہ مٹی ہونے والے ہیں یا نہیں؟ ہم آٹے کے شیر اور اونٹ پر لڑنے والے بچوں کو بیوقوف کہتے ہیں لیکن خود کو بیوقوف سمجھنے کے لیے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کے جسم بنا کر اُس پر ناک اور آنکھیں بنا دیں، چند روز کے لیے امتحان کا پرچہ دے دیا اور غضِ بصر کا حکم دے دیا کہ اے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمایئے کہ مؤمن اپنی نظر کو بچا کر رکھیں اور مٹی والے کھلونوں پر اپنے ایمان کو اور میری محبت کی نعمت کو ضائع نہ کریں، میرے عشق سے بے وفائی نہ کریں کہ سڑکوں پر مٹی کا کھلونا دیکھ کر آسمان والے اللہ کو بھول جائیں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھول جائیں۔

میں نے ایک دفعہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت میرا ایک مصرع ہوا ہے کہ ؎

اپنا عالم الگ بناتا ہے

یعنی جو اللہ پر دل دیتا ہے اور اللہ والا بن جاتا ہے اس کے دل کی دنیا الگ ہوجاتی ہے، اس کے قلب کے آسمان و زمین، اس کے دل کے چاند اور سورج الگ ہوجاتے ہیں، اللہ کے ذکر سے اس کے دل میں بے شمار چاند اور سورج کا نور پیدا ہوجاتا ہے، جس کے دل میں اللہ آتا ہے اس کے دل میں بے شمار آفتاب آجاتے ہیں۔

دوستو! میں افسانہ نہیں کہہ رہا ہوں، جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو آفتاب تو اللہ کی معمولی بھیک ہے، سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی بھیک ہیں، جس کے دل میں وہ بھیک دینے والا آتا ہے اس کے دل میں بے شمار سورج اور چاند آجاتے ہیں، اس کی کیفیت کا سلاطین بھی تصور نہیں کر سکتے، دنیا بھر کے بادشاہ کسی اللہ کے ولی کے مقام کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ان کو اللہ کی محبت کا نشہ ہوتا ہے، کسی کو سلطنت کا نشہ ہے، کسی کو مال و دولت کا نشہ ہے، کسی کو رومانٹک اور حسینوں کے چکر کا نشہ ہے۔ قبروں میں جانے کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں گی کہ اصل نشہ وہی تھا جو انبیاء کا نشہ تھا جو ان کے صدقے میں اللہ نے اپنے دوستوں کو اور اولیاء اللہ کو عطا فرمایا تھا، جو زمین پر بھی اللہ کے عشق کا، اللہ کی محبت کا دریا لیے پھرتے ہیں اور زمین کے نیچے یعنی عالمِ برزخ میں بھی ان کا جو مقام ہوگا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھے گی اور جنہوں نے اپنی زندگی مٹی کے کھلونوں پر اور مٹی کی دنیا پر تباہ کی اور اللہ کو بھول گئے تو ایسے لوگوں کو مرنے کے بعد پریشانی کا سامنا رہے گا اور وہ زندگی میں بھی پریشان رہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد ان کو پتہ چلے گا کہ زندگی غارت ہوگئی اور اب اس کی کوئی تلافی بھی نہیں ہوسکتی، جو اپنی زندگی کو مٹی کے کھلونوں پر مٹی کرتا ہے کیا وہ ظالم مٹی نہیں ہوتا؟ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

عاشقِ لیلیٰ اور عاشقِ مولیٰ کا فرق

اس لیے عرض کرتا ہوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دل لگا تا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے اور مٹی کے کھلونوں سے اپنے کو بچا تا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ بے شمار سورج اور چاند پیدا کرتے ہیں، ساری دنیا کی سلطنت کا نشہ اس کے دل میں ہوتا ہے، مال و دولت کا نشہ اس کے دل میں ہوتا ہے، حسین اور رومانٹک دنیا کا نشہ اس کے دل میں ہوتا ہے کیونکہ لیلیٰ کا عاشق کیا جانے مولیٰ کے عاشق کے مزے کو اور مولیٰ کون ہے؟ مولیٰ کس کو کہتے ہیں؟ جو خالقِ لیلیٰ ہے۔ مجنوں کو لیلیٰ پر مر کر کیا ملا، جا کر پوچھ لو آج کوئی اس کو عقیدت و احترام سے یاد نہیں کرتا لیکن جو مولیٰ پر مرا تو اُن اللہ والوں کے وسیلے سے آج بھی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

مولانا رومی نے مثنوی میں اللہ کی محبت سکھانے کے لیے مجنوں اور لیلیٰ کا نام استعمال کیا ہے کہ جب مجنوں لیلیٰ کے لیے مر سکتا ہے تو اے انسانو! تم اپنے خالق اور اپنے پیدا کرنے والے مولیٰ کی محبت کے لیے کیوں جان فدا نہیں کر سکتے؟ آج تک دنیا میں کسی نے مجنوں کے وسیلے سے دعا نہیں مانگی اور جو خدا پر مرے، مولیٰ پر مرے اُن کا وسیلہ دیا جاتا ہے کہ اے اللہ! خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اور مزید اوپر جاؤ تو صحابہ کے وسیلے سے اور اوپر جاؤ تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے غرض نبیوں سے لے کر اولیاء اللہ تک تمام اللہ والوں کا وسیلہ مانگا جاتا ہے لیکن زمین پر کوئی

ایسا ہے جو کہتا ہو کہ اے اللہ مجنوں کے صدقے میں میری دعا قبول کر لے؟ کیوں صاحب آج تک کبھی کسی نے عاشقِ لیلیٰ کا وسیلہ دیا؟ اسی سے قیمت کا اندازہ کرلو کہ کس کی کیا قیمت ہے۔ دونوں جہان بھی اللہ تعالیٰ کی قیمت نہیں ہو سکتے کیونکہ کہاں خالق اور کہاں مخلوق!

اللہ تعالیٰ کے راستے کی ترقی کیا ہے؟

بعض لوگ چند رکعات نفل اور تھوڑی سی تسبیح پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ بس میں اللہ کے راستے کی منزلیں طے کر چکا ہوں جبکہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت در گہے ست

ہرچہ بروے می رسد بروے مایئست

اے بھائی اللہ کا راستہ غیر محدود ہے، ترقی کرتے جاؤ اور جس مقام پر اللہ پہنچا دے، اللہ اپنی محبت اور قرب کا جو بھی اعلیٰ مقام ہم کو، آپ کو دے دے اس پر ٹھہرو مت آگے بڑھو کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے، جو سمجھتا ہے کہ اس مقام پر ہم کامیاب ہو گئے تو سمجھ لو کہ وہ وہیں گر گیا، ناکام ہو گیا، مرتے دم تک ترقی کرتے رہو اور کیسے ترقی کرو؟ کیفیات میں ترقی کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ چھ رکعات اوّابین، دو رکعات اشراق یا تہجد پڑھتے ہیں یا ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں تو اب دس پارہ تلاوت کریں، بیس رکعات تہجد پڑھیں۔ نہیں! بلکہ عبادت کی مقدار چاہے کم ہو مگر اس میں کیفیت بڑھاتے جاؤ، اخلاص بڑھاتے جاؤ، دردِ دل میں اضافہ کرتے جاؤ۔ جو اللہ حضرت ابو بکر صدیق کی زبانِ مبارک سے نکلتا تھا وہی اللہ ہم بھی کہتے ہیں لیکن جس کیفیت اور جس مقامِ قربِ الٰہی سے صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کہتے تھے کیا اُس مقامِ قربِ الٰہی سے ہم اللہ کہہ سکتے ہیں؟

صحبت اہل اللہ کی کیفیت کی مثال

کیفِ ایمانی روحانی رفتار بڑھا دیتا ہے۔ بتاؤ! ریل گاڑی میں زیادہ لوہا ہے یا ہوائی جہاز میں؟ مقدار میں وزنی کون سی چیز ہے ریل گاڑی یا ہوائی جہاز؟ ہوائی جہاز وزن میں کم ہے، مقدار میں کم ہے ریل گاڑی کے مقابلے میں اس کے اندر زیادہ میٹیریل نہیں ہے، زیادہ لوہا نہیں ہے مگر اسٹیم زیادہ ہے اور کیفیت اتنی تیز ہے کہ چار گھنٹے میں جدّہ پہنچا دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے قلب میں اللہ والوں کے صدقے میں محبت کی کیفیت پیدا کردے تو پھر آپ کی پرواز کا کیا عالم ہوگا؟ آپ کی دو رکعات بڑے بڑے عابدین، رات بھر جاگنے والوں کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہوجائیں گی۔ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ جو لوگ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں یہ فائدے سے خالی نہیں ہے، مجلس میں جو وعظ سنتے ہیں میں اس کو بھی غنیمت سمجھتا ہوں لیکن ولیوں کی صحبت میں آکر تھوڑی دیر بیٹھو بھی تاکہ آپ کی دو رکعات دوسروں کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہوجائیں۔ یہ کیفیت، یہ درد بھرا دل اللہ والوں کی صحبت سے اور ان کے غلاموں کی صحبت سے ملتا ہے جس سے عارف کی دو رکعات یعنی جس نے اللہ کو پہچانا اس کی دو رکعات غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہوجاتی ہیں۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے اپنی نفلی عبادت کا اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا اہل اللہ کے پاس بیٹھنے کا اہتمام کیا۔

اہل اللہ سے استفادہ کے لیے صرف وعظ سننے کی نیت کافی نہیں

اس لیے اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ وعظ سنتے وقت صحبت کی نیت بھی ہونی چاہیے کیونکہ اگر خالی وعظ سننے کی نیت ہے تو کسی زمانے میں آپ کا مُربّی بوڑھا ہوکر وعظ کہنے سے معذور ہوسکتا ہے پھر شیطان آپ کو اس کی صحبت

سے بھگا دے گا اور اگر آپ صحبت کی نیت سے آئیں گے تو وعظ مفت میں ملے گا اور صحبت بھی ملے گی پھر اگر وہ بوڑھا ہو گیا، کمزور ہو گیا تو اگر چہ وہ خاموش ہو گا پھر بھی اس کی محبت سے توفیق ہو جائے گی کہ چلو تھوڑی دیر صحبت میں بیٹھو۔ تو یہ فرق ہو گیا صحبت کے حریصوں کا اور وعظ سننے کے لالچیوں کا۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تک وعظ فرماتے تھے سوڈیڑھ سو آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا اور جب حضرت بیمار ہو گئے، کمزور ہو گئے اور وعظ نہیں کہنے لگے تو مجمع گھٹتے گھٹتے پندرہ بیس آدمی تک رہ گیا اور سارے وعظیہ لوگ بھاگ گئے، وعظیہ کا تعزیہ جلد دفن ہو جاتا ہے، اس کا عشق و محبت ختم ہو جائے گا جب سنے گا کہ مولانا بیمار رہتے ہیں، وعظ نہیں کہتے تو کہے گا کہ بس اب وہاں جانا ختم مگر جو صحبت کا حریص ہے وہ کہے گا کہ چاہے حضرت کچھ نہ بولیں ہم ان کو ایک نظر دیکھیں گے، ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھیں گے کیونکہ کام صحبت ہی سے بنتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے ؂

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اگر کوئی پیغمبر بیمار ہو، بول نہ سکتا ہو، کمزور ہو گیا ہو بلکہ اس کا آخری وقت ہے مگر حالتِ ایمان میں ایک شخص اس کو دیکھ لیتا ہے تو اگر چہ نبی نے کچھ نہیں فرمایا مگر ایمان کی حالت میں اس آدمی نے نبی کو دیکھ لیا تو وہ صحابی ہوا یا نہیں؟ بتاؤ بھئی! اگر معلوم ہو کہ پیغمبر کا آخری وقت ہے، اس کے دنیا سے تشریف لے جانے میں چند منٹ رہ گئے ہیں مگر حالتِ ایمان میں ایک شخص آتا ہے اس نے آکر پیغمبر کو ایک نظر دیکھا اور پیغمبر نے کوئی وعظ نہیں کیا بالکل ضعیف اور کمزور ہے تو وہ آدمی صحابی ہوا یا نہیں؟ علماء جانتے ہیں کہ وہ صحابی ہو گیا کیونکہ اس نے نبی کو دیکھ لیا نبی کی صحبت اس کو مل گئی یا اگر وہ آدمی اندھا ہے اور نبی نے

اس کو دیکھ لیا تو بھی وہ صحابی ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے یا نہیں؟ مگر صحابی ہوئے یا نہیں؟

تو جب گھر سے چلیے تو صحبت کی نیت کیجئے کہ اتنی دیر اللہ والوں کی صحبت میں رہوں گا، جب صحبت کی نیت ہوگی تو وعظ خود ہی مل جائے گا۔ یہ چیز آپ کو اُس زمانے میں کام آئے گی کہ جب آپ کا شیخ اور مربی وعظ نہ بھی کہے گا تو بھی آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہیں گے اور اگر خالی وعظیہ رہیں گے تو پوچھیں گے کہ آج شیخ صاحب کا وعظ ہوگا یا نہیں؟ میرے پاس بھی ٹیلیفون آتا ہے کہ آج وعظ ہوگا؟ جب کہا جاتا ہے کہ ہاں تو آتے ہیں، اور اگر کہہ دو کہ آج وعظ نہیں ہوگا تو نہیں آتے۔ اس کا نام وعظیہ ہے ورنہ اگر صحبت کی نیت ہوگی تو کہے گا کہ وعظ تو نہیں ہوگا مگر ملاقات تو ہو جائے گی، ان کی صحبت میں تو بیٹھ جائیں گے۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ ایک عاشقِ ذات ہوتا ہے اور ایک عاشقِ صفات ہوتا ہے، وعظ ایک صفت ہے لہٰذا مربی کی ذات پر عاشق ہو، جب تک وہ زندہ ہے اس کی ملاقات کو نعمت سمجھو، یہ نہیں کہ وعظ ختم ہوا تو بس وعظیہ بھاگا اور اس کا تعزیہ بھی گیا۔

اللہ کیسے ملتا ہے؟

اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ نقل کرتا ہوں اور پھر اس کے بعد مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس نثر پر ایک شعر پیش کرتا ہوں اور دونوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا کیسے ملتا ہے؟ چاہے نظم ہو چاہے نثر ہو دونوں کا خلاصہ کیا ہے؟ کہ اللہ کیسے ملتا ہے۔ بعض لوگوں کو خدا کے ملنے میں دیر ہو رہی ہے، بعض لوگ دس دس سال سے آ رہے ہیں مگر اب تک خدا نہیں ملا۔ وجہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت بتاتا ہوں، مگر پہلے اپنے شیخ

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نثر سناتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی محبت کی خوشبو جگر اور دل میں کب پیدا ہوتی ہے کہ آدمی خود بھی مست رہتا ہے اور جدھر سے گذر جاتا ہے اس کی خوشبو سونگھ کر دوسرے بھی مست ہو جاتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

اَس کے جلے تو کس نہ بسائے

یہ پھولپور اعظم گڑھ کی زبان ہے یعنی جو اپنے کو اللہ کے عشق میں جلاتا ہے اس کی خوشبو دور دور تک جاتی ہے اور وہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔

دل کو عشقِ الٰہی میں جلانے کا مطلب

اب آپ کہیں گے کہ بھائی اپنے کو جلانے کا کیا طریقہ ہے؟ لہٰذا اپنے کو جلانے کا طریقہ بھی بتانا پڑے گا ورنہ کوئی اپنی انگلی نہ جلالے۔ دل کو اللہ کے عشق میں جلانے کا مطلب ہے کہ آپ کی جتنی خواہشات اللہ تعالیٰ کی خوشیوں کی مخالفت میں ہیں یعنی جس بات سے ہمارا نفس تو خوش ہو لیکن اللہ تعالیٰ ناخوش ہو تو ایسی خوشیوں کو جلا کر خاک کردو یعنی ہم بندہ ہو کر اپنی خوشی کو وہ مقام نہ دیں کہ وہ مالک جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس کی خوشیوں پر ہم اپنی خوشی کو ترجیح دیں اور نفس دشمن کے غلام بن جائیں۔ سوچ لو جو دشمن کے ہاتھ چڑھتا ہے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور اس کی کیا دُرگت بنتی ہے۔ آپ بتایئے! جب کوئی اپنے دشمن کے قابو میں آجاتا ہے تو اسے کس طرح رُسوا کرتا ہے۔

بولو! نفس دشمن ہے یا نہیں؟ تمہارے پہلو میں تمہارا نفس تمام دشمنوں سے بڑا دشمن ہے، لیکن جب دشمن کہتا ہے کہ اس عورت کو دیکھ لو، اس لڑکے کو دیکھ لو، اس کا نمک چکھ لو تو اس وقت فقیری کہاں غائب ہو جاتی ہے؟ گول ٹوپیاں کہاں چلی جاتی ہیں؟ اس وقت تسبیح کہاں چلی جاتی ہے، آہ وفغاں اور اشکبار آنکھیں کہاں چلی جاتی ہیں؟ خانقاہوں کی صحبتیں کہاں چلی جاتی ہیں؟ شیخ کے

ملفوظات کیوں نہیں یاد آتے؟ اللہ تعالیٰ کی یہ آیت کیوں نہیں یاد آتی:

{قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ}

[سورۃالنور، آیت: ۳۰]

اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیں کہ اپنی نظروں کو نامحرموں سے بچالیں۔ بولو بھئی! اب آپ جلانا سمجھ گئے۔ سن لو! جس نے اپنی بری خواہشات کو نہیں جلایا تو یاد رکھو پھر اسے دوزخ میں جلا کر اور پاک صاف کر کے اللہ تعالیٰ پھر جنت میں دخولِ ثانوی دیں گے، اس لیے اپنے کو یہیں جلا لو، اللہ کے عشق ومحبت کی آگ میں نفس کی بری خواہشات کو یہیں جلا لو۔ ورنہ اللہ بچائے دوزخ میں جانا پڑے گا اگرچہ جہنم میں مؤمن کی تعذیب نہیں ہوگی تہذیب ہوگی یعنی اس کو میل کچیل سے پاک کر کے جنت کے قابل بنا کر اللہ تعالیٰ جنت میں بھیجیں گے لیکن ہم ایسا موقع ہی کیوں آنے دیں کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں ہماری تہذیب فرمائے، ہم یہیں کیوں نہ مہذب بن جائیں، یہیں کیوں نہ اپنا تزکیہ کرالیں، یہیں کیوں نہ اپنی اصلاح کرالیں، یہیں کیوں نہ اپنی بری خواہشات اللہ کے خوف اور عشق کی آگ میں جلا دیں۔

تو جو اپنے کو جلاتا ہے یعنی اپنی حرام خواہشات پر عمل نہ کر کے اپنے دل کو جلاتا اور تڑپاتا ہے، غمِ حسرت کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو اُڑا دیتے ہیں اور اس کو استقامت عطا فرماتے ہیں جیسے کچی مٹی کی اینٹوں کو جب بھٹہ کی آگ میں پکایا جاتا تو وہ شور وغل بھی نہیں کرتیں، صبر سے پڑی رہتی ہیں مگر اندر اندر لال ہوتی رہتی ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ پک کر سخت ہو جاتی ہیں پھر ان سے جو مکان بنتا ہے وہ ہر آندھی اور طوفان کا مقابلہ کرسکتا ہے لیکن اگر اینٹوں کو بھٹہ میں نہ پکایا جائے اور کچی اینٹوں سے مکان بنایا جائے تو جب بارش ہوگی مکان گر جائے گا۔ اسی طرح جن کے ایمان کی اینٹیں کچی ہوتی ہیں وہ حسن کی ذراسی

بارش میں گر جاتی ہیں لیکن جو اینٹیں پک چکی ہوتی ہیں بھٹے میں لال ہو چکی ہوتی ہیں ان عمارات پر لاکھوں ٹن بارش ہو وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتیں تو شیخ کے بھٹے میں اپنے کو اس طرح جلا کر پکی اینٹ کی طرح بن جاؤ کہ پھر حسن کی کتنی ہی بارشیں ہوں آپ کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ تو یہ ہے دل کو جلانا ''اُس کے جلے تو کس نہ بسائے'' جو اپنے کو ہر وقت جلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی خوشبو کو اڑا دیتے ہیں۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت جونپور کی شاہی مسجد میں پڑھاتے تھے حضرت نے فرمایا کہ ایک ہندو لڑکا جو تو تلا تھا مسلمان ہو گیا، مسلمان ہونے کے بعد اس کو کہیں سے گائے کے کباب کی دعوت آئی، طلباء کی اکثر دعوت آتی ہے، لیکن اب آپ سب یہ نہ سمجھیں کہ ہم کو بھی دعوت ملے گی، دعوت ایسے نہیں ملتی، طالب علم بن جاؤ پھر دعوت کھاؤ۔ دوسرے مدرسوں میں تو قید ہے کہ اٹھارہ بیس سال سے زائد عمر والوں کو داخلہ نہیں دیں گے لیکن ہمارے یہاں یہ قید نہیں ہے، ستّر سال کے بڈھے کو بھی میں داخلہ دینے کو تیار ہوں اگر وہ اپنے قرآن شریف کی قرأت کی صحت چاہتا ہے، حروف کی ادائیگی صحیح کرنا چاہتا ہے یا حافظِ قرآن بننا چاہتا ہے تو میرے مدرسے میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے، جس عمر میں چاہو داخلہ لے لو بلکہ بڈھوں سے میں زیادہ خوش ہوں گا۔

خیر اس نو مسلم لڑکے کو گائے کے کباب کی دعوت آئی۔ اس زمانے میں ہندوؤں کی حکومت نہیں تھی، انگریزوں کی حکومت تھی، گائے خوب کٹتی تھی لیکن چونکہ پہلے وہ ہندو تھا اس لیے اس نے کبھی گائے کا گوشت نہیں کھایا تھا کیونکہ ہندو کہتا ہے کہ گائے میری ماتا ہے، اماں ہے، مگر بیل کو ابا نہیں کہتا کیونکہ بیل کو ابا کہنے سے شرماتا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ بیل کا بچہ ہے مگر چونکہ گائے

دودھ دیتی ہے اس لیے اس کو ماں کہہ دیتا ہے۔ اب جو اس نے کباب کھایا تو چونکہ زندگی میں کبھی نہیں کھایا تھا تو اس کو بہت مزہ آیا۔ اب آٹھ دس دن کے بعد پھر اس کو وہی کباب یاد آئے تو اس کے جو ساتھی کتاب لے کر اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے ان ساتھیوں سے اس لڑکے نے جو کہا اب میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی بات کی نقل کرتا ہوں۔ وہ لڑکا توتلا تھا، زبان میں لکنت تھی تو پہلے میں اصل سناتا ہوں پھر نقل سناتا ہوں۔ تو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ اس نے تتلا کر کہا کہ کہوں ڈعوٹ وواوٹ ہے کہ کٹبوا ہی لیے پھرٹ ہو یعنی کہیں دعوت وعوت بھی ہے یا کتاب ہی لیے پھرتے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ کباب بھی کوئی چیز ہے۔

اللہ کی محبت کی خوشبو کیسے پیدا ہوتی ہے؟

دوستو! جو نفس کی خواہشات پر قابو نہیں پا رہے وہ خاص طور سے اس کو سنیں کہ کباب کیسے بنتا ہے؟ قیمے میں بڑی الائچی اور تیز مصالحہ ڈالیے اور گول گول ٹکیہ بنایئے، کباب کی صورت بن گئی کہ نہیں؟ لیکن کیا اس صورت میں یعنی کچا کباب کھا کر آپ کو مزہ آئے گا یا قے ہوگی؟ تو جن صوفیوں نے، جن سالکوں نے اپنی صورت تو اللہ والوں کی سی بنالی کہ ذکر بھی کر رہے ہیں، گول ٹوپی بھی ہے ماشاء اللہ اور ہاتھ میں تسبیح بھی ہے تو اس نے صورت کباب تو بنائی مگر مجاہدہ نہیں کرتا، جو بری خواہشات پیدا ہوئیں ان پر عمل کر لیتا ہے، اس نے اپنے کو مجاہدے کی آگ میں بریاں اور پختہ نہیں کیا تو وہ کچا ہی رہے گا اور اس کی خوشبو نہیں پھیلے گی۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کڑھائی میں سرسوں کا تیل ڈالو اور نیچے آگ لگاؤ تو انہی کچی ٹکیوں کا رنگ بدلنے لگے گا اور وہ لال ہونے لگیں گی اور آہستہ آہستہ ایسی خوشبو پیدا ہوگی کہ محلے بھر میں پھیلے گی۔ اسی طرح جو مجاہدہ کرتا ہے وہ خود بھی لال ہو جاتا ہے اور اس کی خوشبو سے

دوسرے بھی مست ہو جاتے ہیں۔

ایک کباب والا کباب تل رہا تھا اور اس کی بہت زبردست خوشبو اُڑ رہی تھی ایک کافر ادھر سے گذرا، وہ فارسی جانتا تھا، پہلے زمانے میں ہندو طالب علم بھی فارسی پڑھتے تھے تو اس ہندو نے کہا کہ بوئے کباب مارا مسلماں کرد، اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر ڈالا۔

اب میں صوفیوں سے اور اپنے احبابِ سالکین سے کہتا ہوں کہ اگر اپنے نفس کی خواہشات کی صورت کباب کو اللہ کے خوف کی آگ سے یعنی حرام تقاضائے نفس پر عمل نہ کر کے آپ نے غم برداشت کیا تو اسی آگ سے آپ کا کباب تل جائے گا اور خوشبو دار ہو جائے گا۔ کب تک کچے کباب کی طرح رہو گے، اگر کچے قیمے کا کباب کوئی بیچے گا تو اس کو کھانے کے بعد لوگ کیا کہیں گے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

تو میرے شیخ نے فرمایا کہ جب کوئی بری خواہش پیدا ہو اللہ کے خوف کی آگ میں اس کو جلا دو، اگر اس خواہش پر عمل کر لیا تو گول ٹوپیاں بدنام ہو جائیں گی، تسبیحیں بدنام ہو جائیں گی، ڈاڑھی بدنام ہو جائے گی اور اگر آپ نے نفس کی حرام خواہشوں پر عمل نہ کیا، اللہ کے خوف سے خواہش کو روکا اور اپنے مولیٰ کی یاد میں جان کی بازی لگا دی تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے بے شمار غیر محدود حلال خوشیاں دیتے ہیں، اس کا نام حدیث شریف میں حلاوت ایمانی آیا ہے یعنی ایمان کی مٹھاس۔ آپ بتایئے کہ نفس دشمن اور ہگنے موتنے اور قبرستان کے اندر سڑنے گلنے والی لاشوں کی خوشیاں زیادہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کی خوشی اور قرب کی لذتیں؟ اور حلاوت ایمانی کا کیا مقام ہے خود فیصلہ کر لو، آخر اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے جانور تو نہیں بنایا۔

آپ لوگ اللہ کے قرب کی خوشبو، اللہ کی محبت کی خوشبو چاہتے ہیں یا نہیں؟ بولو بھئی! تو آج سے عہد کر لیجئے کہ جب سڑکوں پر عورتیں نظر آئیں یا کوئی لڑکا نظر آئے یا کوئی بری خواہش پیدا ہو یا شادی بیاہ کی تمام ناجائز رسمیں ہوں جہاں گناہ ہوتا ہو، جہاں مووی بنتی ہو، جہاں ٹی وی ہو، جہاں بے پردہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہو ایسی جگہ جانا حرام ہے، رشتے کٹ جائیں تو کٹ جانے دو، آپ کے لیے اللہ کا رشتہ مفید ہوگا، قیامت کے دن یہ لوگ ہمارے کچھ کام نہیں آئیں گے اور یہ دنیا میں بھی ہم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ شیطان خواہ مخواہ ڈراتا ہے کہ اگر ہم ان کی ناجائز مجلسوں میں شریک نہیں ہوں گے تو ہماری شادی بیاہ میں کون آئے گا، وہ سب بھی تمہیں چھوڑ دیں گے۔ ارے! اگر اللہ کے لیے سب چھوڑ بھی دیں تو کچھ پرواہ نہیں ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کُل جہاں نہ پوچھے

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیش نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

کیا اللہ آپ کے لیے کافی نہیں ہے؟ لہٰذا اللہ کے خوف سے بری خواہشات کو چھوڑ کر اس غم کو برداشت کر لیجئے۔ اللہ کی نافرمانی اور گناہ چھوڑنے سے دل کو اور نفس کو جو غم ہوتا ہے، اسی غم سے اللہ کی محبت کا کباب پکتا ہے اور خوشبودار ہوتا ہے۔

سمجھ لو! اگر کچی ٹکیہ رہنا چاہتے ہو تو خود بھی مست نہیں ہو گے اور جو کچی ٹکیہ کھائے گا وہ بھی تھوکے گا، ساری زندگی خام اور کچے رہو گے، اللہ کی محبت کی خوشبو نہیں پیدا ہو گی ہم سب اس میں شامل ہیں۔ جب نصیحت کی کوئی بات کہو تو

اس میں اپنے کو بھی شامل کرلو، ایسے نہ کہو کہ لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے، زمانہ بڑا خراب ہو گیا ہے، یہ کہو کہ ہم سب کا حال خراب ہے، یہ ادب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اس لیے میں اپنے کو بھی شامل کرتا ہوں کہ اگر بری خواہشات کو نہ دبایا تو ہم لوگ ساری زندگی کچے رہیں گے، اگر اللہ کے خوف کی آگ نہ دی تو کڑھائی میں کچے کباب کی طرح پڑے رہیں گے اور اگر کڑاھی کے نیچے خدائے تعالیٰ کے خوف، اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ لگا دو تو اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں اپنی محبت کا ایسا خوشبودار کباب دیں گے کہ جدھر سے گذرو گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ خوشبو کہہ دے گی کہ ہاں کوئی اللہ والا جارہا ہے اور خود بھی اتنے مست رہو گے کہ ساری دنیا کے نشوں سے زیادہ اپنی محبت کے نشے کو دل میں لیے ہوئے مست رہو گے، سلاطین کے تخت و تاج یاد بھی نہیں آئیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اگر کوئی سلطانِ زمانہ سامنے سے گذر جائے گا تو آپ کی نگاہوں میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی، اگر کوئی رومانٹک دنیا جارہی ہے ایکٹرز وغیرہ تو سب پیشاب و پاخانے کا مجموعہ معلوم ہوں گے، اگر کوئی دولت مند اپنے نوٹوں پہ ناز کررہا ہوگا تو آپ کہیں گے کہ میں جو ایک مرتبہ محبت سے اللہ کہتا ہوں اس کی قیمت سورج اور چاند ادا نہیں کر سکتے۔

سچے اللہ والوں کی شان

ایک دفعہ کوئی محبت سے اللہ کہہ دے تو اس کی قیمت سورج اور چاند اور آسمان و زمین ادا نہیں کر سکتے، اللہ کے نام کے آگے یہ کیا بیچتے ہیں اور بادشاہ وسلاطین کیا وقعت رکھتے ہیں۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ کی محبت میں مست ہوتا ہے تو کاؤس و کے کی سلطنت کو

ایک جو کے بدلے میں خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، آخر کوئی تو بات ہوتی ہے کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی محبت کے آگے ساری کائنات کو کچھ نہیں سمجھتے، چاہو تو اللہ والوں کا امتحان کر کے دیکھ لو، ان کو تنہائی میں ایک کروڑ روپیہ دو اور کہہ دو کہ یہ ناجائز ہے، رشوت کی آمدنی ہے، اگر وہ اللہ والا ہوگا تو کہے گا:

{اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ}

[سورۃالحشر، آیت:۱۶]

{اِنِّیۡ ذَاہِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ}

[سورۃالصّٰفّٰت، آیت:۹۹]

میں اللہ کی طرف بھاگتا ہوں میرے نزدیک یہ مال و دولت پیشاب و پاخانے سے بھی بدتر ہے، اپنی رشوت کی یہ آمدنی لے جاؤ۔

بناوٹی اور جعلی اللہ والوں کا حال

اگر کچا کباب ہے تو کیا کہے گا؟ سن لو وہ بھی بتائے دیتا ہوں۔ وہ کہے گا کہ ہم تمہارے لیے زندگی بھر دعا کریں گے لیکن اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا کسی کو بتانا مت کیونکہ میری انسلٹ (INSULT) ہو جائے گی اور لوگ مجھ کو حقیر نظروں سے دیکھیں گے لیکن رقم دینے والا بھی کہتا ہے کہ اس نالائق سے کیا دعا کرائیں۔ بتاؤ! ایسے آدمی سے کوئی دعا کرائے گا؟ اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص ایک مرتبہ نظر خراب کرتا ہے یا بدفعلی کرتا ہے پھر وہ لڑکا اس سے کبھی دعا نہیں کراتا، وہ ساری زندگی اس کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو ہوتا ہے۔ یہ بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگاتا ہے اس پر قیامت تک کے لیے ذلت کی مار قائم ہو جاتی ہے۔

بارگاہِ حق میں اللہ والوں کی مناجات اور آہ و فغاں

تو اللہ والا حرام مال کے لیے کیا کہے گا؟ کہ کروڑ کیا رکھتے ہو سلطنت

بھی لاکر رکھ دوتو ہم کو کہاں فرصت ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں۔ اللہ کے اس خاص تعلق کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو بادشاہ کے نواسے تھے مگر دامن کوہ میں، پہاڑ کے دامن میں اللہ کی محبت میں یوں آہ وفغاں کرتے تھے۔

آہ را جز آسماں ہمدم نہ بود
راز را غیرِ خدا محرم نہ بود

اے دنیا والو جلال الدین رومی کا سوائے خدا کے کوئی ساتھی نہیں ہے اور میری محبت کے بھید کو سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ میں اپنے اللہ سے کس طرح محبت کرتا ہوں اور جب مولانا رومی استغفار کرتے تھے تو فرماتے ہیں۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے خدا! میرے جگر میں گناہوں پر ندامت سے غم کی آگ بھڑک رہی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھیں گے، پس آپ مجھ کو بخش دیں اور معاف فرمادیں۔ تو مولانا رومی کا استغفار اتنا درد بھرا ہوتا تھا۔ اب فارسی کے اس شعر کا اردو ترجمہ میرے شعر کے ذریعے سن لیجئے۔

زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا میرا خون جگر

بتائیے! اللہ کس پیار سے اس بندے کو دیکھتا ہے جو سجدے میں رو رہا ہے کہ اے مالک قیامت کے دن مجھے رسوا نہ فرمائیے مجھ کو معاف فرمادیجئے، مجھ سے غلطی ہوگئی، میں بشر ہوں، انسان ہوں، نالائق ہوں، نفس غالب ہوگیا مگر میں شرمندہ بھی ہوں کہ میں نے آپ جیسے پالنے والے مالک کو کیوں ناراض کیا۔

زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر

جب کوئی گناہگار اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت سے روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں اور فرشتے بھی اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور آسمان پر بھی زلزلہ آجاتا ہے مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم چرخہا گریاں شوند
چوں بنالم خلقہا نالاں شوند

جب میں روتا ہوں تو آسمان میرے ساتھ رونے میں شریک ہوجاتے ہیں اور سمندر کے پانی اور جانور بھی میرے ساتھ روتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! جہاں کہیں دیکھنا کہ زمین پہ خون پڑا ہوا ہے تو ؎

ہر کجا بینی تو خون بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

روئے زمین پر کہیں بھی خون پڑا ہوا دیکھنا تو یقین کرلینا کہ یہ جلال الدین رومی کی آنکھوں سے گرا ہوگا ؎

اے دریغا اشک من دریا بدے
تا نثار دلبرے زیبا شدے

فرماتے ہیں کہ اے خدا! جلال الدین کو تھوڑا سا رونے میں مزہ نہیں آرہا ہے دریا کا دریا رونے کی توفیق عطا فرمادیجئے تاکہ میں آپ کو خوش کرلوں کیونکہ آپ کی ناخوشی سے میرے دونوں جہان چلے جائیں گے، آپ کی ناخوشی سے میری تجارت اور بزنس میں گھاٹا آجائے گا۔ دنیاوی تجارت میں تاجر کو ایک تجارت میں گھاٹا ہو تو وہ دوسری تجارت میں کما لیتا ہے لیکن اے خدا جس سے آپ ناخوش ہوتے ہیں اس کا تو سارا جہان چلا جاتا ہے کیونکہ آپ خالق دو جہاں

ہیں، آپ مالک دو جہاں ہیں، آپ جس سے ناراض ہوئے اس کے تو دونوں جہان ڈوب گئے۔ تو مولانا رومی اللہ کی محبت میں اس طرح روتے تھے کہ اے کاش میرے آنسو دریا ہو جاتے تا کہ اے خدا میں ان کو آپ پر فدا کر دیتا۔

آنسو کے دریا پر ایک واقعہ یاد آیا۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الٰہ آباد میں ایک مشاعرہ میں ایک مصرع پیش کیا گیا تا کہ کوئی اس پر دوسرا مصرع لگائے۔ وہ مصرع تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے

تو ایک نوجوان بچے نے اس پر مصرع لگایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اتنا عمدہ مصرع تھا کہ اس کو نظر لگ گئی اور تین دن میں اس کا انتقال ہو گیا اب سوچئے کہ کیسا مصرع ہو گا؟ وہ مصرع تھا ؎

اے سیل اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

سیل معنی سیلاب اور اشک معنی آنسو۔ اب بتاؤ ظالم نے کیسا مصرع لگایا یعنی اے میرے آنسوؤں کے سیلاب تو ہی مجھے میرے محبوب کی طرف بہا کر لے جا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ والے خدا کے حضور میں کس طرح روتے ہیں۔ جب شاہ عبدالغنی صاحب تہجد میں روتے تھے، استغفار و توبہ کرتے تھے تو نعرہ مارتے تھے یا ربی معاف فرما دیجئے، پھولپور کی خاموش فضاؤں میں حضرت کا دن بھر بھی یہی نعرہ تھا، وہاں پھولپور میں جنگل کی زندگی تھی، تھوڑے فاصلہ پر ایک قصبہ تھا جس کے گھر دور سے نظر آتے تھے، تو مجھے آج بھی حضرت کا نعرہ یاد آتا ہے یا ربی معاف فرما دیجئے، اور جب حضرت یا ربی معاف فرما دیجئے کہتے تھے تو اس یقین سے کہتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، یہ انہی بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے، میری آہ خود رو نہیں ہے، میری آہ نے شاہ عبدالغنی صاحب کی آہوں سے تربیت پائی ہے،

میرا دردِ محبت شاہ عبدالغنی صاحب کے دردِ محبت کا پروردہ ہے۔آپ دیکھتے ہیں کہ میں اپنے بزرگوں کی آہ کو پیش کرتا ہوں الحمدللہ، اور جو کچھ پیش کرتا ہوں اس کا مزہ پہلے میں خود لوٹتا ہوں، جو خود مزہ نہیں لوٹتا وہ دوسروں کو کیا لٹائے گا۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب روزانہ پانچ میل اپنے تانگے پر بیٹھ کر بخاری شریف پڑھانے جاتے تھے، میں بھی حضرت کے ساتھ بیٹھتا تھا، حضرت راستے بھر قرآن شریف کی تلاوت کرتے جاتے تھے، قرآن شریف ان کو بڑا پکا یاد تھا، قرآن پاک کے دس دس پارے پڑھتے تھے اور کہیں نہیں بھولتے تھے۔ ایک مرتبہ راستے میں حضرت نے اپنی تلاوت روکی اور فرمایا کہ یہاں بدبو آرہی ہے، دیکھا تو وہاں کسان بیل کے گوبر سے کھاد بنا رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ بدبودار جگہ پر اللہ کا نام لینے میں خوفِ کفر ہے لہٰذا اپنے دوستوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بدبودار جگہ ہو وہاں تسبیح، تلاوت وغیرہ روک دو، بدبودار جگہ پر کبھی اللہ کا نام نہ لو۔

ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! حضرت مجھ کو حکیم اختر کہتے تھے، مولانا وغیرہ نہیں کہتے تھے کیونکہ میرے بابا تھے، بابا اپنے بچے کو مولانا تھوڑی کہتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر! جب دعا میں رونا آجائے تو سمجھ لو کہ دعا قبول ہوگئی، یہ آنسو قبولیت کی رسید ہیں۔

غمِ حسرت کے انعامات

میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ایک جملہ شاہ عبدالغنی صاحب کا سناؤں گا اور ایک شعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سناؤں گا۔ تو شاہ عبدالغنی صاحب کا جملہ تو سنا دیا کہ حضرت فرماتے تھے ''اس کے جلے تو کس نہ بسائے''، یعنی جو اپنے کو اللہ کے عشق میں جلاتا ہے یعنی گناہ چھوڑنے کا غم اٹھاتا

ہے اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو اُڑا دیتے ہیں۔ اب مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر سنو ؎

سنیں یہ بات میری گوش دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب کہیں گلشن دل میں بہار آئی

گوش دل یعنی دل کے کان سے سنو! یہ ایک اللہ والے کا کلام ہے۔ گلشن اقبال میں رہنے والو! اصلی گلشن تو دل کا گلشن ہے، اگر دل میں گناہ کے کانٹے ہوں گے تو گلشن اقبال وغیرہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اور ایک شعر سناتا ہوں جو پہلے بھی سنا چکا ہوں جس کا ایک مصرع میرا ہے اور ایک مصرع مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ میرا مصرع ہے ؎

اپنا عالم الگ بناتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے ہر عاشق کو ایک الگ عالم دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے دل کے آسمان وزمین دوسرے کر دیتے ہیں، وہ خود ایک عالم ہوتا ہے، وہ اپنے عالم میں مست رہتا ہے اور اپنا عالم الگ بناتا ہے۔ تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مصرع میرا بھی لگا دو ؎

عشق میں جان جو گنواتا ہے
اپنا عالم الگ بناتا ہے

عشق میں جان کیسے گنوائے گا؟ عشق میں جان گنوانے سے جان نہیں جائے گی، اللہ تعالیٰ جان نہیں لیں گے کہ فوراً تمہاری جان نکال دیں، شہادت اور چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ آدھی جان لیتے ہیں، گناہ چھوڑنے سے اگر تمہاری آدھی جان جاتی ہے تو اس کو قبول کر لو کیونکہ پھر اللہ کی طرف سے تم کو سو جان بھی ملے گی اور اللہ تمہاری آدھی جان بھی واپس دے دیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومی سالکوں سے فرما رہے ہیں جو اللہ کا راستہ طے کرنا چاہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو تلاش کر رہے ہیں، جو اللہ والا بننا چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تمہاری صرف آدھی جان لیں گے یعنی گناہ چھوڑنے کا تھوڑا سا غم تو ہوگا لیکن پھر اس کے بدلے کیا دیں گے؟ صد جاں دہد۔ اللہ اس کے بدلے میں ایسی سینکڑوں جان دیں گے جو بندہ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوں گی۔

بتاؤ بھئی! گناہ چھوڑنے سے نظر بچانے سے حسینوں کو نہ دیکھنے سے جو غم ملتا ہے اس کا نام کیا ہے؟ حسرت۔ اور جو گناہ کر لیتا ہے اس کا کیا نام ہے؟ عشرت۔ تو جو گناہ کرنے کی عشرتِ حرام لیتا ہے اس پر خدا کی لعنت برستی ہے اور گناہ چھوڑنے سے جو غمِ حسرت ملتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی لعنت خریدلو یا اللہ تعالیٰ کی رحمت خریدلو۔ اب میں اپنے دو شعر بھی سنائے دیتا ہوں کہ جب گناہ چھوڑنے کی حسرت پیدا ہو تو اس غم پر کیا انعام ملتا ہے اس پر میرا یہ شعر سنو ؎

بہ پاسِ خاطرِ دیوانہ مے آتی ہے جنت سے
یہی انعام ہے نہلا اُٹھے جو خون حسرت سے

خواجہ صاحب بڑے عاشق مزاج تھے مگر فرماتے ہیں کہ جب میں نظر بچاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے سودا بھی کرتا ہوں اور آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ایک شعر بھی سنا دیتا ہوں ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تیری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

جیسے اگر ماں بچے کو کباب نہیں دیتی کہ تمہیں پیچش ہے لیکن اس کے دوسرے بھائی کباب اُڑا رہے ہیں تو بچہ روتا ہے یا نہیں؟ تو ماں اس بچے کو گود میں اٹھاتی

ہے، اپنے دوپٹے کے دامن سے اس کے آنسوؤں کو پونچھتی ہے کہ بیٹا جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو اتنے کباب کھلائیں گے کہ تمہارے بھائی بھی تم پر رشک کریں گے۔ اسی طرح جو نظر کی حفاظت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی آسمان سے دیکھتی ہے کہ بہت سے بندے تو عورتوں کو تانک جھانک کر رہے ہیں، وی سی آر دیکھ رہے ہیں، سینما دیکھ رہے ہیں، ساری بدمعاشیاں کر رہے ہیں، حرام لذتیں لے رہے ہیں لیکن زمین پر کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میرے خوف سے مجھ کو خوش کرنے کے لئے زمین پر رہتے ہوئے اس آسمان والے کو اس پالنے والے رب کو اس رب العالمین کو خوش کرنے کے لیے اپنی خواہشات کو چھوڑ رہے ہیں، ان کے دل پر غم آرہا ہے مگر اس کو اٹھا رہے ہیں تو اللہ کی رحمت کا دامن ان کے آنسوؤں کو پونچھتا ہے۔ اس پر میرا شعر سن لو ؎

میرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشم نم سے اپنے بچے کو

اللہ تعالیٰ کی کیا رحمت برستی ہے ان کے قلب پر، یہ ان کا دل ہی جانتا ہے کہ وہ کیا مزہ لیتے ہیں لیکن یہ مزہ ہر سینے کو عطا نہیں ہوتا ؎

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند
نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند
نہ ہر گوہرے دُرَّۃ التاج شد
نہ ہر مرسلے اہل معراج شد
برائے سر انجام کار ثواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

نہ ہر سینے میں خدا کی محبت کا درد ہوتا ہے، نہ ہر آنکھ کو رہنمائی کی صلاحیت عطا

ہوتی ہے نہ ہر موتی تاجِ شاہی میں لگتا ہے، نہ ہر نبی کو معراج عطا ہوتی ہے، کارِسرکار کے لیے یعنی دین کی عظیم الشان خدمات کے لیے ہزاروں میں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔ اور خدا اپنے دین کے لیے کسے قبول کرتا ہے، خدا اپنی محبت کا غم کسے دیتا ہے؟ حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ غم پروانہ، مگس را نہ دہند

اے سرمد! خدا اپنی محبت کا غم دنیا کے ہوس پرستوں کو نہیں دیتا، دنیا کے لالچیوں کو نہیں دیتا، جس طرح پروانے کا روشنی پر فدا ہونے کا جذبہ مکھیوں کو نہیں ملتا، اسی لیے مکھیوں کو پروانہ نہیں کہتے حالانکہ اس کے بھی پر ہوتے ہیں لیکن مکھیوں کی فطرت ہے پاخانہ پیشاب پر بیٹھ کر پیشاب چوسنا اور پاخانہ کھانا۔ مکھیوں کا مقام غلاظت ہے تو غلاظت پر بیٹھنے سے ان کے پر اس قابل نہیں رہتے کہ ان کو پر کہا جائے جبکہ پروانہ روشنی پر فدا ہوتا ہے اس لیے اس کا نام پروانہ ہے تو اللہ نہ کرے کہ کسی مؤمن کی روح مکھی کی طرح غلاظت میں مبتلا ہو اور گلنے سڑنے والے جسموں پر فدا ہو۔

اب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سناتا ہوں جس کو فرانس کے ایک نومسلم عیسائی نے مجھے سفر میں سنایا تھا وہ میرا شاگرد بھی ہے، وہ میری کیسٹ سے سن سن کر اشعار یاد کرتا ہے، اسلام لانے کے بعد مثنوی کے اتنے شعر اس کو یاد ہیں کہ میں حیران ہوں کیونکہ میرے بعض دوستوں کو بھی اتنے شعر یاد نہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے آپ کی کیسٹ میں ایک شعر سنا ہے ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود
باز سلطان دیدہ را بارے چہ بود

چمگادڑ تو پیشاب پاخانے کی نالیوں کو چوس رہا ہے لیکن جس نے سلطان کو دیکھا ہو، بادشاہ کو دیکھا ہو یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ دکھایا، روضۂ مبارک دکھایا، تہجد کی نمازیں نصیب فرمائیں ان سلطان دیدہ آنکھوں کو کیا ہوا کہ وہ بھی گناہوں سے باز نہیں آرہی ہیں۔ یہ شعر اس عیسائی نومسلم نے مجھے سنایا آہ! میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو چاہے دے دے۔ آج میرا مال فرانس پہنچ گیا اور نومسلم عیسائی مزے لے رہا ہے، بہر حال اب میں اس کو عیسائی نہیں کہتا، اب تو وہ نومسلم ہے، اس کی عزت کرتا ہوں، جو نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ بہت معتقد ہوتے ہیں۔ تو وہ میر صاحب کے ساتھ بار بار یہ شعر پڑھتا تھا اور جب بازِ سلطاں کہتا تھا تو ایک لمبی آہ کھینچتا تھا جیسا اس نے کیسٹ میں مجھے آہ کرتے ہوئے سنا تھا تو وہ بھی میری طرح آہ کرتا تھا کہ دیکھو بادشاہ کے صحبت یافتہ کو کہ یہ ظالم کیوں گندی نالی میں پڑا ہوا ہے یعنی جب اللہ نے اس کو آدھی رات کو اٹھنے کی توفیق دی یا حج نصیب فرمایا یا روضۂ مبارک پر حاضری نصیب فرمائی یا بزرگوں کی صحبت نصیب فرمائی، ذکر وفکر کی توفیق عطا فرمائی تو اس کے جس منہ سے اللہ نکل رہا ہے، جن ہونٹوں سے اللہ نکل رہا ہے انہی ہونٹوں کو غلط استعمال کرتا ہے، جن آنکھوں سے اللہ کا کلام تلاوت کر رہا ہے انہیں آنکھوں سے غیر محرموں کو دیکھ رہا ہے۔ آہ! یہ آنکھیں کہاں سے کہاں پہنچیں اور کہاں سے کہاں پھریں۔ شاعر کہتا ہے؎

اٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

اسی لیے کہتا ہوں کہ دوستو! خدا کے لیے مکھیاں نہ بنو، غلاظت و پیشاب و پاخانے پر مت مرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو باز شاہی بنا دے، آمین۔

شروع میں جو آیت میں نے تلاوت کی تھی اس کی تفسیر آگے بیان کروں گا لیکن یہ پورا بیان بھی اسی کی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ}

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶۵]

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں شدید بھی ہیں اور اشد بھی ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّیْٓ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِیْٓ إِلٰى حُبِّكَ))

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

اے خدا! میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور جو لوگ آپ سے محبت رکھتے ہیں ان کی محبت بھی مانگتا ہوں اور ان اعمال کی توفیق مانگتا ہوں جو آپ کی محبت میں معین ہیں۔ اس دعا میں یہ بھی شامل ہے کہ اے اللہ! ان اعمال سے پناہ نصیب فرمائیں جو آپ کی محبت کو خاک میں ڈال دیتے ہیں، پاش پاش کر دیتے ہیں۔ اے اللہ! آپ ہمیں اپنی اتنی محبت دے دیجئے کہ آپ ہماری جان سے زیادہ ہمیں پیارے ہو جائیں، اہل و عیال سے زیادہ پیارے ہو جائیں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے جو مزہ آتا ہے اے اللہ ہم کو اپنی محبت کا اس سے بڑھ کر مزہ عطا فرما دیجئے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ایمان، ایسا یقین عطا فرمائے کہ ہم اپنی زندگی کی ہر سانس کو آپ پر فدا کر دیں اور ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں، یا اللہ ہم کو اپنی ایسی محبت نصیب فرما۔ یا اللہ! آپ کریم ہیں اور کریم اسے کہتے ہیں جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے لہٰذا اے خدا آپ کو کریم سمجھ کر ہم نااہل آپ سے آپ کی محبت و ایمان و یقین کا ایک ذرہ مانگتے ہیں،

اپنے بچوں کے لیے بھی، اپنے گھر والوں کے لیے بھی اور سارے دوستوں کے لیے بھی۔ یا اللہ! جو لوگ بیمار ہیں، ہسپتالوں میں پڑے ہیں سب مسلمانوں کو شفاء عطا فرما دیجئے اور کینسر، فالج، لقوہ تمام بیماریوں سے ہم سب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ ہمیں زندہ رکھیے اور سلامتی اعضاء اور سلامتئ ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھایئے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ